لبیك ، لبیك

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

جلدی جلدی تازہ وضو کرکرا‘ جامہ احرام میں ملبوس‘ اپنے معلم کی رہنمائی میں حرم کو روانہ ہوئے۔ فاصلہ کچھ بہت زیادہ نہیں‘ کوئی تین فرلانگ کا ہوگا‘ چند منٹ میں پہنچ گئے ہوں گے مگر نہ پوچھیے کہ یہ چند منٹ اس وقت کے گھنٹے معلوم ہوئے!

زبان پر لبیّک لبیک ہے‘ لیکن دل کہہ رہا ہے‘ کون سی تمنا ہے‘ جو اس وقت دل میں نہیں؟ تمناؤں کا ہجوم‘ آرزوؤں کی کش مکش اور پھر ہیبت و دہشت کہ کس دربار میں حاضری ہو رہی ہے۔ دل ہے کہ ہر لحظہ اس کی دہشت بڑھتی جا رہی ہے اور قدم ہیں کہ ہر قدم پر بھاری ہوتے جا رہے ہیں۔ کہاں کسی سیہ کار کی جبین اور کہاں کسی بے مکان و بے نشان کا سنگ آستانہ‘ یہ ناپاک قدم کس پاک سرزمین کو روندرہے ہیں؟ آہ یہ گلیاں تو تیرے اس خلیلؑ کے قدموں کے لائق تھیں‘ جو تیرے نام پر دہکتی ہوئی آگ میں کودا تھا اور جو محض تیرا اشارہ پاکر اپنے پلے پلائے نورِ نظر کے حلقوم پر چھری پھیر چکا تھا! اسی کم سن لڑکے کے لائق تھیں جو محض تیری رضا کے لیے بے خطا و بے قصور اپنے ذبح کرانے کو حلق سامنے کرکے ہنسی خوشی لیٹ گیا تھا! تیرے اس حبیب اور محبوب بندے کے لائق تھیں جو تیرے نام اور تیرے پیغام کی منادی کرنے کے جرم میں انھی گلیوں میں سالہا سال ہر طرح کی ایذائیں سہتا اور اذیتیں برداشت کرتا رہا تھا۔

سنتے چلے آئے تھے اور کتابوں میں بھی بارہا پڑھا تھا کہ کعبہ تجلی گاہِ جلال ہے۔ یہاں تجلیات قہری کا زور ہے۔ روایتوں کا اثر دل میں بیٹھا ہوا تھا‘ ہیبت و دہشت کا غلبہ تھا‘ ہمت

بار بار جواب دے رہی تھی، اور دل یہ کہہ رہا تھا کہ سامنا کیوں کر کیا جائے گا؟ ''زمین'' کی زبان سے یہ مصرع بار ہا سنا تھا کہ ع

تو مرا خراب کر دی بہ ایں سجدہ ریائی!

اس دکھلاوے کے سجدے سے تو نے مجھے برباد کر دیا

دل کھٹک رہا ہے، ذرا کان لگا کر سننا کہیں یہ ندا اس وقت اسی مسجد حرم کی سرزمین سے تو نہیں آ رہی ہے؟ شاعری کی دنیا میں بار ہا یہ آواز کانوں میں پڑ چکی تھی ؎

چو بطوف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
تو بروں درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

جب میں کعبہ کے طواف کے لیے گیا تو مجھے حرم میں داخل نہ ہونے دیا گیا اور کہا گیا کہ تو نے حرم سے باہر اپنی زندگی میں اللہ کی نافرمانی کی، اب بیت اللہ میں کس منہ سے آتا ہے۔

کیا آج اور اس وقت یہ شاعری حقیقت بن کر رہے گی؟ یا اللہ اس پاک سرزمین پر اپنی ناپاک پیشانی کو کیوں کر رگڑا جائے گا؟ اس عظمت و جلالت والے مکان کے طواف پر کیسے قدرت ہوگی؟ جن گلیوں میں ہاجرہ صدیقہؑ دوڑی تھیں، نبی کی ماں اور نبی کی بیوی دوڑی تھیں وہاں اس ننگ اُمت سے ''سعی'' کیوں کر بن پڑے گی۔

لیجیے مسجد حرام کی چار دیواری شروع ہوگئی۔ کئی دروازے چھوڑتے ہوئے باب السلام سے اندر داخل ہوئے۔ کس کے اندر داخل ہوئے؟ اس ارض پاک کے اندر، اس بقعہ نور کے اندر، جہاں ایک ایک نماز ایک لاکھ یا کم از کم ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے! اندر داخل ہوتے ہی نگاہ اس سیاہ غلاف والی عمارت پر پڑی، جسے خشکی اور تری میں نہ سما سکنے والے نے، زمین و آسمان، عرش و کرسی کی سمائی میں نہ آنے والے نے، وہم و خیال کی وسعت میں نہ گھرنے والے نے ''اپنا گھر'' کہہ کر پکارا ہے۔ نگاہ پڑی اور پڑتے ہی، جہاں پڑی تھی، وہیں جم کر رہ گئی! اس گھڑی کی کیفیت کیا اور کن لفظوں میں بیان ہو۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ کے ہوش و حواس کسی ایک تجلی کی تاب نہ لا سکے تھے۔ جب ''تجلی بیت'' کا یہ حال ہے کہ ہوش و حواس قائم رکھنے دشوار

تو ''رب البیت'' کی تجلی نے خدا معلوم کیا غضب ڈھایا ہوگا۔ جب ''گھر'' کی برق پاشیوں کا یہ عالم ہے تو ''گھر والے'' کے انوار وتجلیات کی تاب کون بشری آنکھ اور انسانی بصیرت لاسکتی ہے؟ اللہ اللہ! کیا حسن و جمال' کیا رعنائی و زیبائی' کیا خوبی ومحبوبی' کیا دلکشی و دلبری ہے! جن لوگوں نے اسے قہر وجلال کی تجلی گاہ بتایا ہے' خدا معلوم انھوں نے کیا اور کس عالم میں دیکھا۔ اپنا تو یہ حال تھا کہ سرتا پا مہر و جمال ہی ٹپکتا نظر آتا تھا اور ہر چہار طرف سے رفق والفت' شفقت ومرحمت کے کھلے ہوئے پھولوں کی خوشبوئیں لپکی اور دوڑی چلی آ رہی تھیں۔ ابراہیمؑ کی خُلّت' اسماعیلؑ کی فداکاری' ہاجرہؓ کی مسکینیت' اللہ اکبر' جہاں تینوں' اکٹھا ہوں' انوار مہر و جمال کی تجلیات اس ٹھکانے سے بڑھ کر اور کہاں ہوں گی! اب نہ قلب کو اضطراب ہے' نہ طبیعت میں انتشار' نہ خوف نہ دہشت' نہ رعب نہ ہیبت' سرتاسر سکون ہے اور انبساط و سرور ہے اور نشاط! وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا کی تفسیریں بہت سی پڑھی تھیں لیکن جو تفسیر اس گھڑی بغیر کسی کتاب وعبارت کے توسط کے لوح قلب پر القا ہو رہی تھی' وہ سب سے الگ' سب سے نرالی' سب سے عجیب تھی اور اگر فاش گوئی کی اجازت دی جائے تو اپنے حق میں سب منقول ومکتوب تفسیروں سے بڑھ کر صحیح بھی تھی' آہ ؎

در مصحف روے او نظر کن
خسروؔ غزل و کتاب تاکے؟

اس کے چہرے کی زیبائی کو دیکھیے' اے خسرو! شعر و کتاب میں کب تک مشغول رہو گے۔

غزالیؒ' احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن کعبہ کا حشر بناؤ سنگار کی ہوئی نئی دلہن کی شکل میں ہوگا' لیکن یہ قید اس روز کے لیے کیوں؟ اور اس کے مشاہدے کے لیے قیامت کے انتظار کی کیا ضرورت ہے؟ قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی کہ کعبہ آج بھی نئی دلہنوں ہی کی طرح حسن و جمال' رعنائی وزیبائی' دلکشی و دلبری کے پورے ساز وسامان سے آراستہ ہے' اور اپنی خوبی ومحبوبی میں بجز مدینہ کی مسجد نبویؐ کے نہ کوئی شریک رکھتا ہے نہ سہیم۔ اسے محبوبیت کے جامے میں حسن و جمال کی جملہ اداؤں کے ساتھ اس عالم ناسوت میں کس نے نہیں دیکھا؟ آنکھیں رکھنے والوں نے دیکھا اور انتہا یہ ہے کہ جو بصیرت سے محروم' اور بصارت سے ضعیف ہے' اس تک نے دیکھا! شاید امام غزالیؒ ہی نے یا کسی اور بزرگ نے فرمایا ہے کہ آج جن آنکھوں نے خانہ کعبہ کی

زیارت کی ہے کل ان میں اتنی قوت و استعداد پیدا کر دی جائے گی کہ وہ ربِ کعبہ کا بھی دیدار کرسکیں۔ اس مرتبے اور اس اکرام کا کیا کہنا، لیکن اس مرتبے کی توقع تو وہ کرے جو خود ذی مرتبت ہو۔ ہم جیسے درماندوں اور زبوں ہمتوں کے لیے مکیں کو چھوڑ کر مکان ہی کا دیدار خود کیا کم ہے! روایات میں آتا ہے کہ خانہ کعبہ پر نظر کرنا ایک مستقل عبادت ہے اور شاید کسی حدیث میں یہ تصریح بھی آ گئی ہے کہ کعبہ پر روزانہ ۱۲۰ رحمتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے جن میں سے ۶۰ ان کے لیے ہیں جو اس کے اندر نماز پڑھتے ہیں اور ۴۰ ان کے لیے ہیں جو اس کا طواف کرتے ہیں اور ۲۰ ان کے لیے ہیں جو اس کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ لیکن اجر و عبادت سے قطع نظر کر کے اپنے ذوق و شوق اور ولولے کے لحاظ سے کون دل ایسا ہے جو اس کی ہوس دیدار سے خالی اور اس کی حرص نظارہ سے کورا ہوگا؟ جی بیتاب کہ دیکھیے اور پھر دیکھیے، ۱۰ بار دیکھیے، ہزار بار دیکھیے، دیکھتے رہیے، اور دیکھے جائیے اور دیکھنے سے کبھی نہ تھکیے۔ ع

نظارہ ز جنبیدن مژگاں گلہ دارد

منظر اتنا خوب صورت ہے کہ آنکھ جھپکنے پر بھی نظارہ گلہ کرتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کی مدت بھی منظر سے محروم کیوں ہوئی؟

بار معاصی و ذنوب سے دبا ہوا انسان! کیا تو گناہوں کے بوجھ کا مقابلہ اللہ کے عفو و رحمت سے کرنا چاہتا ہے؟ تیرے گناہ خواہ کتنے ہی ہوں بہرحال گنے جاسکتے ہیں۔ پر خدائے رحمٰن و رحیم کے کرم بے حساب کی پیمایش ساری دنیا جہاں کے مہندس مل کر بھی کرسکتے ہیں؟ پھر یہ کیسی نادانی ہے کہ محدود کو غیر محدود کے مقابلے میں لایا جائے؟ کیا وہ جو اپنے بندوں کو محض انھیں نوازنے اور سرفراز کرنے کے لیے اپنے در پر حاضری کے لیے بلاتا ہے، وہ صرف نیک کرداروں کو چن لے گا اور نالائقوں کو اپنے آستانے سے دھتکار دے گا؟ اپنے خوان کرم سے اُٹھا دے گا؟ یہ خیال کرنا بھی کتنی سخت گستاخی اور کیسی صریح نادانی ہے؟ اسی لیے فرمایا ہے اس بشارت دینے والے نے جس سے بڑھ کر کوئی بشیر اب تک پردۂ زمین پر پیدا نہیں ہوا کہ

اَعْظَمُ النَّاسِ ذَنْبًا مَنْ وَّقَفَ بِعَرَفَةَ فَظَنَّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَغْفِرْلَهٗ ، سب سے بڑا

گنہگار وہ انسان ہے جو عرفات میں وقوف کرے اور یہ سمجھے کہ اس کی مغفرت نہیں ہوئی۔ اس پروانہ مغفرت کے بعد کیا کوئی دیوانہ ہے کہ جو اپنے سفرِ حج کو ضائع سمجھے؟ جو جو نعمتیں اس سہ ماہہ سفر میں نازل ہوئی ہیں، جو جو نوازشیں اس درمیان میں سرفراز کرتی رہیں، کس کی زبان میں طاقت ہے کہ ان کا شکریہ ادا کر سکے۔ بہرحال جو کچھ پیش آیا وہ اپنی اہلیت سے کہیں بڑھ کر اور اپنے ظرف سے کہیں زائد...

ہاں، ایک پیام لایا ہوں ہر مرد کے لیے، ہر عورت کے لیے، ہر چھوٹے کے لیے، ہر بڑے کے لیے ایک پیام ہے اور وہ ایک پیام ہے جو مسجد حرام سے، خانہ کعبہ سے، مسجد نبویؐ سے، حجرہ مطہرہ سے، محراب شریف سے، منبر مبارک سے، منیٰ کی قربان گاہ سے، عرفات کے میدان سے، زمزم کے قطروں سے، خاک حرم کے ذروں سے، سب کہیں وہی ایک پیام ملا اور وہ پیام کونوا انصارَ اللّٰہِ کا ہے۔ وہ پیام دین کی نصرت کا ہے۔ ملائکہ رحمت نصرت دین کے مظاہروں کے اشتیاق میں ہیں خواہ وہ معرکہ بدر کی صورت میں ہوں یا واقعہ کربلا کی شکل میں!

(سفرِ حجاز، ص۱۸۴-۱۸۶، ۱۷-۱۸)